ایلیٹ کی تنقیدی بصیرت

بیسویں صدی کے چند اہم نقادوں میں T.S.Eliot کا نام سرفہرست ہے گوکہ وہ بنیادی طور پر شاعر ہے مگر اس کی تنقیدی نظریات نے اس کی شاعری سے زیادہ متاثر کیا ہے۔ بعض اوقات اس کی شاعری اور اس کی تنقید میں باہم تضاد کی کیفیت بھی پائی جاتی ہے، جس کا اعتراف اس نے خود اپنے مضامین میں کیا ہے کہ" میں صحیح تنقیدی رائے رکھنے کے باوجود اپنی شاعری میں اس کی خلاف ورزی کرتا ہوں۔" تضاد کی ایک اور صورت ایلیٹ کے یہاں یہ نظر آتی ہے کہ وہ عام طور پر ایسے شاعروں اور شاعری میں دلچسپی لیتا ہے جو خود ایلیٹ کی شاعری کے برعکس ہوتے ہیں۔

ایلیٹ اپنی شاعری اور تنقید دونوں میں ہی مذہب پر بہت زور دیتا ہے، وہ کہتا ہے:

> "اگر کسی دور میں اخلاقی اور دینی معاملات میں باہمی اتفاق موجود ہے تو ایسے میں تنقید بھی ٹھوس اور پر مغز ہوتی ہے۔"

(مذہب اور ادب، ایلیٹ کے مضامین، ترجمہ جمیل جالبی، 1978، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔ صفحہ 223)

ایلیٹ کے یہاں مذہبی رنگ کے بظاہر دو اسباب نظر آتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کی پرورش مذہبی ماحول میں ہوئی تھی اور دوسرے ارونگ بیبٹ (Irving Babbit) کی شاگردی کا اثر۔ ارونگ بیبٹ "انسانیت پرستانہ تنقید" کا موجد تھا اور تنقید میں "ادب برائے اخلاق" کا قائل تھا۔ ایلیٹ جو بیبٹ کی "انسانیت پرستانہ تنقید" سے کافی حد تک متاثر نظر آتا ہے۔ ایک جگہ اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتا ہے۔

> "مسٹر بیبٹ جو ہمارے زمانے کے جید عالم ہیں، ایک طرح سے سینٹ بیو کے شاگرد ہیں۔ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ادبی تنقیدوں کی ساری تاریخ کو

اور ساتھ ساتھ بہت سی دوسری چیزوں کو اس قدر گہرائی کے ساتھ جانتا اور سمجھتا ہو۔ ان کی اپنی تحریروں میں ادب کی تنقید جدید سماج کے ہر پہلو پر تنقید کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ہیٹ کلاسیکل تعلیم اور کلاسیکل مذاق کے عالم بھی ہیں اور اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ جدید ادب کی کمزوری دراصل جدید تہذیب کی کمزوری کی علامت ہے۔ ہیٹ نے بے پناہ صبر وتحمل کے ساتھ ان کمزوریوں کا تجزیہ کیا ہے اور ان نتائج کو اپنی دو تازہ کتابوں میں بڑی چابکدستی کے ساتھ پیش کیا ہے۔'' روسو اور رومانیت'' اٹھارہویں صدی کی ابتدا سے لے کر اب تک کے مذاق اور نظریے کے انحطاط کا جائزہ ہے اور اس سے زیادہ اہم کتاب 'ڈیموکریسی اور لیڈر شپ' ہے۔''

(تجربہ اور تنقید، صفحہ 282)

ہیٹ اخلاقیات کا ایک ایسا نظریہ تشکیل کرنا چاہتا تھا جو انسانی تجربے اور اس کی ضروریات پر مبنی ہو۔ ایلیٹ نے ہیٹ کے اس خیال کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اس کا خیال ہے کہ مثبت اخلاقیات کا ایک ایسا نظریہ تشکیل کیا جائے جس کی بنیاد انسانی تجربے، انسانی ضروریات اور صلاحیتوں پر قائم ہو اور جس میں الہام، معجزات، مافوق الفطرت، اقتدار اعلیٰ کا کوئی تصور شامل نہ ہو۔''

(تجربہ اور تنقید، صفحہ 283)

ایلیٹ کے یہاں کلاسک پر بہت زور ہے۔ اس کے یہاں کلاسک کا ایک خاص مفہوم ہے۔ ساتھ ہی وہ اس بات کا بھی اعلان کرتا ہے کہ وہ کلاسک کے کسی بھی مروجہ استعمال کو ترک کرنے کی تلقین نہیں کرتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ کلاسک کا جب استعمال کرتا ہے تو اس سے 'معیاری مصنف' اور 'عظمت' کے معنی ضرور لیتا ہے۔ وہ بھی اپنے استاد ہیٹ کی طرح 'کلاسیکل تعلیم اور کلاسیکل مذاق' کا عالم ہے۔ مگر ہیٹ اور ایلیٹ کے کلاسک میں واضح فرق ہے۔ کلاسک ایک ایسی اصطلاح ہے جسے کبھی کبھی منفی معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

ایلیٹ کے نزدیک مذکورہ تعریف کلاسک کی عام اور مروجہ تعریف ہے جب کہ ایلیٹ اس

سے ایک خاص قسم کا فن مراد لیتا ہے جو ضروری نہیں کہ دوسرے فنون کے مقابلے میں لازماً بہتر یا بدتر ہو۔ چنانچہ وہ کلاسک کی خاص تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے:

''اگر کوئی ایک لفظ ایسا ہے جس میں 'کلاسک' کی اصطلاح کی ساری خصوصیات یکجا ہوسکتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ مفہوم کا اظہار کرسکتا ہے تو وہ لفظ 'کاملیت' یا پختگی ہے ... کلاسک اسی وقت ظہور میں آتی ہے جب کوئی تہذیب کامل ہوتی ہے، جب اس کا زبان و ادب کامل ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ وہ کسی کامل دماغ کی تخلیق ہوتی ہے۔''

(کلاسک کیا ہے؟ صفحہ 197)

ایلیٹ نے کلاسک کی تعریف میں کامل تہذیب، کامل زبان وادب اور کامل دماغ کی خصوصیات پر زور دیا ہے۔ لیکن کوئی کامل تہذیب، کامل زبان اور کامل دماغ کب اور کن حالات میں پیدا ہوتے ہیں یا وہ کون کون سی چیز ہے جن سے یہ خصوصیات کامل ہوتی ہیں، اس پر بھی ایلیٹ نے روشنی ڈالی ہے۔ وہ اس کے لیے تاریخ کے شعور پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں:

''دماغ کی پختگی کے لیے تاریخ اور تاریخ کے شعور کی ضرورت پڑتی ہے۔ تاریخ کا شعور اس وقت تک پورے طور پر بیدار نہیں ہوسکتا جب تک کہ شاعر کے سامنے اپنی قوم کی تاریخ کے علاوہ کسی دوسری قوم کی تاریخ نہ ہو۔ اس کی ضرورت اس لیے پڑتی ہے تاکہ ہم تاریخ میں خود اپنے مقام کا اندازہ کرسکیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اسے کم از کم ایک دوسری انتہائی مہذب قوم کی تاریخ کا بھی علم ہو۔ ایسی قوم کا علم جس کی تہذیب اس کی تہذیب سے اتنی ملی جلی ہو کہ اس کے اثرات اس کی اپنی تہذیب میں سرایت کرچکے ہوں۔''

(کلاسک کیا ہے؟ صفحہ 197)

ایلیٹ نے کامل کلاسک کے لیے دماغ کی پختگی اور اس کے لیے تاریخ کے شعور کو لازم قرار دیا ہے۔ اس طرح کے کلاسک میں اسی قسم کی ساری صلاحیتیں اور سارے جوہر پنہاں ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے کلاسک کے لیے ایسی زبان کی ضرورت ہوگی جس میں یہ سارے جوہر

سما سکیں۔ چنانچہ ایلیٹ اسی خصوصیت کے پیش نظر کلاسک کے لیے لفظ 'جامعیت' کا بھی اضافہ کرتا ہے اور یہی جامعیت کسی فن پارے کو آفاقی بناتی ہے:

جب کوئی ادب پارہ اس جامعیت سے آگے بڑھ جاتا ہے اور دوسرے غیر ملکی ادبیات کے لیے بھی اتنا ہی اہم ہو جاتا ہے جتنا خود اپنی زبان کے لیے تھا، تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں آفاقیت بھی موجود ہے۔"

(کلاسک کیا ہے؟ صفحہ 217)

ایلیٹ نے روایت کو بھی خاصی اہمیت دی ہے۔ لیکن اس نے اس روایت سے جس میں محض آنکھ موند کر گزشتہ نسل کا اتباع کیا گیا ہو، احتراز کیا ہے۔ ایلیٹ اسے 'میراث' میں ملنے والی شے نہیں سمجھتا بلکہ اس کے لیے ریاض اور محنت کو ضروری قرار دیتا ہے۔ تاریخی شعور روایت کے لیے اس کے نزدیک اولین شرط ہے اور یہ تاریخی شعور بغیر ادراک کے نہیں ملتا:

"اس (روایت) کے لیے تاریخی شعور کی ضرورت پڑتی ہے جو ہر اس شاعر کے لیے لازمی ہے جو پچیس سال کی عمر کے بعد شعر کہتا رہے۔ تاریخی شعور کے لیے ادراک کی ضرورت پڑتی ہے۔ نہ صرف ماضی کی ماضیت کی بلکہ اس کی موجودگی کی بھی۔ تاریخ کا شعور ادیب کو مجبور کرتا ہے کہ لکھتے وقت جہاں اسے اپنی نسل کا احساس رہے وہاں یہ احساس بھی رہے کہ یورپ کا سارا ادب ہومر سے لے کر اب تک اور اس کے اپنے ملک کا سارا ادب ایک ساتھ زندہ ہے اور ایک ہی نظام میں مربوط ہے۔ یہ تاریخی شعور جس میں لازماں اور زماں کا شعور الگ الگ اور ساتھ ساتھ شامل ہے، وہ چیز ہے جو ادیب کو روایت کا پابند بناتا ہے۔"

(روایت اور انفرادی صلاحیت، صفحہ 185)

عام طور پر لوگ گزشتہ نسل اور ماضی کے طریقوں اور کامیابیوں کو ہی روایت میں شامل سمجھتے ہیں لیکن ایلیٹ نے اس سے آگے ماضی کی ماضیت اور اس کی موجودگی کو اپنی نسل کے احساس اور تاریخی شعور کے نظام میں مربوط کیا ہے۔ جس میں 'حال' کی بھی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

"حال و ماضی میں فرق یہ ہے کہ شعوری حال، ایک طرح سے اور کسی حد تک ماضی

کی آ گاہی کا نام ہے جسے ماضی کا شعور بذات خود ظاہر نہیں کر پاتا۔''

(روایت اور انفرادی صلاحیت، صفحہ 178)

جہاں تک ایلیٹ کے تنقیدی نظریات کا سوال ہے، وہ انہیں تاثراتی نہیں سمجھتا ہے۔ وہ روایت اور روایت کے لیے تاریخی شعور وادراک اور ماضی وحال کے پورے ایک مضبوط نظام کا قائل ہے، وہ تخلیق کے لیے بے خبری کو روا رکھتا ہے۔ گو کہ ہر جگہ ایسا لازم نہیں ہے۔ بے خبری اور باخبری تخلیق کی خوبی اور خامی دونوں ہو سکتی ہیں۔ اگر انہیں صحیح وقت پر اور صحیح مقام پر استعمال نہ کیا جائے:

''خراب شاعر وہاں بے خبر ہوتا ہے جہاں اسے باخبر ہونا چاہئے اور وہاں باخبر رہتا ہے جہاں اسے بے خبر ہونا چاہئے۔''

(روایت اور انفرادی صلاحیت، صفحہ 194)

لیکن تنقید کے لیے ہر حال میں باخبر ہونا ضروری ہے۔ تبھی تنقید اپنا منصب ٹھیک ڈھنگ سے انجام دے سکتی ہے۔ تخلیق اور تنقید کے منصب کا فرق بتاتے ہوئے ایلیٹ لکھتا ہے:

''فن کے لیے ان مقاصد سے باخبر ہونا ضروری نہیں ہے اور فن درحقیقت اپنا منصب وہ جو کچھ بھی ہو، اقدار کے مختلف نظریات کے مطابق زیادہ بہتر طریقے پر ان سے بے اعتنائی برت کر ہی انجام دے سکتا ہے۔ برخلاف اس کے تنقید کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ کسی مقصد کا اظہار کرے۔ جسے سرسری طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ فن پارے کی توضیح اور اصلاح مذاق کا کام انجام دے۔''

(تنقید کا منصب، صفحہ 258)

تنقید اپنے مقصد کا اظہار اس طور پر کرتی ہے کہ وہ فن پارے کی توضیح وتشریح کے ساتھ ساتھ اصلاح مذاق کا فریضہ بھی انجام دیتی ہے لیکن بعض نقاد اپنی مصلحت پسندی، خوشامد پسندی اور گروپ ازم کے تحت اپنے ان فرائض سے پہلو تہی کرتے نظر آتے ہیں اور بعض اوقات اپنے مخالفین کو نیچا اور کمتر دکھانے کی خاطر عجیب وغریب حرکتیں کرتے ہیں۔ ایلیٹ نقاد کی اس خامی کو ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:

''ہمارے بیشتر نقاد بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی محنت میں مصروف ہیں، وہ صلح کرنے میں، لیپا پوتی کرنے میں، معاملہ کو دبانے میں تھپکنے میں، نچوڑنے میں، بات بنانے میں، خوشگوار مسکن تیار کرنے میں، بہانہ سازی میں مصروف ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کے اور دوسروں کے درمیان فرق صرف یہ ہے کہ وہ خود تو نفیس آدمی ہیں اور دوسروں کی نیک نامی مشکوک ہے۔''

(تنقید کا منصب، صفحہ 260)

تنقید میں اس طرح کی افراط وتفریط کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اکثر نقاد تنقید کے منصب سے واقف نہیں ہوتے، نہ ان میں تنقیدی شعور وتمیز ہوتی ہے وہ تو اسے ایک آسان ترین چیز بلکہ کھلونا سمجھتے ہیں جس سے کوئی بچہ جس طرح چاہے کھیل سکتا ہے۔ جب کہ ایلیٹ کہتا ہے کہ ''تنقیدی تمیز مشکل سے حاصل ہوتی ہے ...... اس طرح کے غیر ذمہ دار نقادوں کا ایک بڑا گروہ وہ ہے جن کا تعلق تعلیمی اداروں سے ہے اور جن کے تنقیدی جوہر پہلے پہل کلاس روم میں نوٹس کی شکل میں کھلتے ہیں اور زیادہ تر ان ناقدین اساتذہ کے لکچرز اور کلاس نوٹس چھپ کر تنقیدی ذخیرہ میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سنجیدہ تنقید نہیں ہوتی بلکہ کلاس روم کی ضرورت کے تحت لکھی جاتی ہے۔'' اس طرح کی تنقید کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ قارئین کی دلچسپی عام اور اور یجنل تصنیف سے ختم ہو جاتی ہے کیونکہ طلبہ کے لیے تو یہ اصل تصنیف کا بدل بن جاتی ہے۔ چنانچہ ایلیٹ اس خطرناک روش سے آگاہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

''یقیناً تنقیدی کتابوں اور مضامین کی بہتات اصل فنکاروں کو پڑھنے کے بجائے فنکاروں کے بارے میں دوسروں کی رائے پڑھنے سے بے ہودہ مذاق پیدا کر سکتی ہے اور جیسا کہ میں نے دیکھا ہے کہ اس نے پیدا کیا ہے۔''

(تنقید کا منصب، صفحہ 269)

تنقید میں تجربہ، نیا پن اور تازگی کی دلیل ہے۔ اس سے تنقید میں نئے نئے راستے کھلتے ہیں اور دوسرے علوم سے استفادہ کا زیادہ سے زیادہ موقع فراہم ہوتا ہے۔ تجرباتی تنقید کے سلسلے میں عام طور پر لوگ غلط فہمی کے شکار ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ہم اس سے وہ تنقید مراد لے سکتے ہیں جو

معنی واقدار کے اعتبار سے روایت کا معین نظریہ رکھتی ہے اور جسے اس معنی میں تجرباتیبھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان اساتذہ کا احیا کرنے کی طرف مائل ہوتی ہے جن کو ہم فراموش کر چکے ہیں۔

چونکہ مذکورہ بالا تعریف میں "روایت کا معین نظریہ" شامل ہے۔ چنانچہ ہم صرف فراموش شدہ اساتذہ کا احیا کر کے "تجربہ" کا فریضہ انجام نہیں دے سکتے۔ جس تنقید میں تلاش و جستجو نہ ہو اور جو دوسرے علوم کا ساتھ نہ دے سکے اور جس میں Originality اور اچھوتا پن نہ ہو اسے ہم "تجرباتی تنقید" نہیں کہہ سکتے۔ ایلیٹ کہتا ہے:

"اس سے ہم موجودہ نسل کا زیادہ اوریجنل کام مراد لے سکتے ہیں یا پھر اس میں ان نقادوں کی تحریروں کو شامل کر سکتے ہیں جو تلاش و جستجو کے لیے نئے میدانوں میں اتر رہے ہیں اور تنقید کے دائرے کو دوسرے علوم کے ساتھ ملا کر وسیع تر کر رہے ہیں۔"

(تجربہ اور تنقید، صفحہ 271)

چنانچہ 'تجربہ' کے ضمن میں نقاد کی دلچسپیاں وسیع ہو رہی ہیں وہ اب دوسرے علوم سے بھی استفادہ کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ نتیجہ میں نئی نئی اصطلاحیں وضع ہوئی ہیں۔ ایلیٹ نے اس کے ساتھ ہی ایک اور تجربہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ "ہر نسل کو خود پر تنقید کرنی چاہیے۔"

لیکن ایلیٹ کو اس بات کا بھی احساس ہے اور وہ اس کا اعتراف کرتا ہے کہ "ادبی تنقید بھی نہ صرف پورے طور پر استعمال میں آئی ہے بلکہ ابھی تو بمشکل اس نے اپنا کام شروع کیا ہے۔" ایلیٹ کو اس پرانے اور کمزور مقولے کو بھی سننے میں تامل ہے کہ "تنقید اور تخلیق کبھی ایک ہی دور میں ایک ساتھ پروان نہیں چڑھتیں۔" چنانچہ وہ کہتا ہے کہ "یہ ایک ایسا مقولہ ہے جو عہد ماضی کے کچھ ادوار کے سطحی مطالعے سے صورت پذیر ہوا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ تخلیق اپنی حفاظت خود کر سکتی ہے لیکن یہ بھی ہے کہ وہ تنقیدی تجسس کو دباتی نہیں۔"

ایلیٹ نے واضح الفاظ میں کہا ہے:

"جب تک ادب ادب رہے گا۔ اس وقت تک تنقید کے لیے جگہ باقی رہے گی کیونکہ تنقید کی بنیاد بھی اصل میں وہی ہے جو خود ادب کی ہے۔"

(تجربہ اور تنقید، صفحہ 286)

ایک جگہ ایلیٹ نے اس خیال کا بھی اظہار کیا ہے کہ ایسا ادیب جو تخلیق کے ساتھ ساتھ تخلیق پر تنقید کا بھی فریضہ انجام دیتا ہو وہ دوسرے ایسے ادیب سے جو محض تخلیقی ہوتے ہیں، بہتر ہے:

''ایک تربیت یافتہ اور ہنر مند مصنف جو تنقید اپنی تصنیف پر کرتا ہے وہ بے حد اہم اور اعلیٰ درجے کی تنقید ہے۔ (اور جیسا کہ میرا خیال ہے میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں) کچھ تخلیقی مصنف دوسروں سے محض اس بنا پر بہتر ہیں کہ ان کا تنقیدی شعور اعلیٰ درجہ کا ہے۔''

(تنقید کا منصب، صفحہ 265)

ایلیٹ خود ایک بڑا شاعر ہے، ڈرامہ نگار ہے اور ناقد بھی ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ دوسرے بڑے اور اچھے شعرا اور ڈرامہ نگاروں سے متاثر ہونے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ ایلیٹ کے مضامین دراصل ان ہی متاثر کن لمحات کی پیداوار ہیں۔

ایلیٹ نے اپنے ایک ایسے قصور کا اعتراف کیا ہے جو آج ایک عام مرض کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ وہ قصور نظموں پر حاشیے لکھنے کا ہے۔ یہ حواشی خواہ نظم کی تشریح و توضیح کے لیے لکھے گئے ہوں، خواہ بقول ایلیٹ چند صفحات کے اضافے کی خاطر یا لوگوں کے اعتراضات کے جواب دینے کے لیے لکھے گئے ہوں۔ بہر حال یہ حواشی مذاق بگاڑنے کا سبب بنتے ہیں۔ عام طور پر یہ حواشی نگار اسے اپنی علمیت کا مظہر سمجھتے ہیں۔ لیکن ایلیٹ بہر حال اسے اپنی ''مہمل علمیت کا قابل تعریف مظہر'' سمجھتا ہے لیکن اب یہی مہمل علمیت ایلیٹ کی مجبوری بن جاتی ہے۔ وہ ان حواشی کو خارج کرنا چاہتا ہے مگر خارج نہیں کرسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج یہ حواشی اس کی نظم The Waste Land سے زیادہ مقبول ہیں۔

ایلیٹ نے ''حواشی کی تنقید'' لکھنے کے جرم کا نہ صرف اعتراف کیا ہے بلکہ اس کے خطرناک نتائج سے آگاہ کر کے اس نے تنقیدی دیانتداری کا ثبوت بھی دیا ہے۔ اس طرح کا ایک اور خطرناک رجحان جو آج کل 'تشریحات' کے نام سے خاصا مقبول ہے اور بقول ایلیٹ ''یہ تنقید میں ایک ایسی کوشش کا نتیجہ ہے جس میں نظم کے معنی کو سمجھنے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔'' ایلیٹ نے اس کے خطرناک نتائج سے بھی آگاہ کیا ہے۔ پہلا خطرہ تو یہی ہے کہ اس کی ایک تشریح کی جاتی ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ یہی صحیح تشریح ہے۔ جب کہ حقیقت اس کے برعکس بھی ہو سکتی ہے۔

کوئی ضروری نہیں کہ ایک شارح نے جو تشریح کی ہے وہی دوسرا بھی کرے:

ایلیٹ کا خیال ہے کہ ''ہر نظم کے وہی معنی ہوں گے جو مختلف حساس قارئین کو اپنے طور پر اس میں نظر آتے ہیں۔''

دوسرا خطرہ یہ ہے کہ قاری یہ بات تسلیم کرلے کہ کسی نظم کی تشریح (اگر وہ صحیح ہے) ایک ایسی تشریح ہے جس کو مصنف شعوری یا غیر شعوری طور پر پیش کرنے کی خود کوشش کر رہا تھا جب کہ یہاں بھی حقیقت اس کے برعکس ہو سکتی ہے۔

مذکورہ بالا رجحان میں یہ خطرات اس لیے پیدا ہوتے ہیں کہ شارح عام طور پر صرف نظم کی تشریح کرتا ہے اور لوازمات کو نظر انداز کر دیتا ہے جب کہ ادبی نقاد کا فریضہ صرف یہی نہیں ہے۔ ایلیٹ کہتا ہے:

''ادبی تنقید کا فریضہ یہ ہے کہ وہ ادب سے لطف اندوز ہونے کی قوت اور اس کی تفہیم کو آگے بڑھائے ...... لیکن اب میں اس میں صرف اتنا اضافہ اور کروں گا کہ اس میں یہ منفی رویہ بھی مضمر ہے کہ ہم دیکھیں کہ آخر وہ کون سی چیزیں ہیں جن سے ہمیں لطف اندوز نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ بسا اوقات نقاد سے یہ کام بھی لیا جاتا ہے کہ وہ دوسرے درجے کی چیزوں اور ذہنی فریب کاریوں کی مذمت کرے۔ حالانکہ نقاد کا یہ منصب ثانوی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس کا اصل منصب یہ ہے کہ وہ قابل تعریف چیزوں کی تعریف و توصیف کرنے کا شعور رکھتا ہو۔''

(تنقید کے حدود، صفحہ 305)

مذکورہ بالا اقتباس میں 'لطف اندوزی' اور 'تفہیم' کو ایلیٹ دو الگ الگ معنوں میں استعمال نہیں کرتا۔ البتہ وہ لطف اندوزی کا تعلق 'جذبات' سے اور تفہیم کا تعلق 'ذہن' سے ضرور مانتا ہے۔ اسی طرح وہ تفہیم سے محض تشریح مراد نہیں لیتا۔ حالانکہ بعض اوقات 'تشریح' تفہیم میں معاونت کرتی ہے۔ لیکن کیا ادبی تنقید کا کام محض ''ادب کی تفہیم'' اور ''ادب سے لطف اندوزی'' پیدا کرنا ہی ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہاں اس بات کا امکان بھی ہے کہ ''تفہیم پر زیادہ زور تشریح کی حد کو پہنچ جائے اور 'لطف اندوزی' کا چسکا داخلیت اور تاثرات کے حصار میں بند کر دے۔ ایلیٹ کو اس کا شدید

احساس ہے:

''اگر ادبی تنقید میں سارا زور تفہیم پر صرف کر دیں تو ایسے میں یہ خطرہ ہے کہ ہم کہیں تفہیم سے پھر تشریح کی طرف نہ چلے جائیں۔ ایسے میں یہ خطرہ بھی ہے کہ تنقید کو کہیں اس طرح نہ استعمال کرنے لگیں جیسے وہ کوئی سائنس ہے۔ تنقید نہ تو سائنس ہے اور نہ وہ سائنس بن سکتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر ہم لطف اندوزی پر زیادہ زور دیں گے تو ہم داخلی اور تاثراتی تنقید کی طرف چلے جائیں گے۔''

(تنقید کے حدود، صفحہ 309)

یہاں ایلیٹ نے بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ ''تنقید سائنس نہیں'' لہٰذا ہم تنقید کے لیے سائنسی طریقہ کار اور سائنسی قطعیت کو استعمال نہیں کر سکتے۔ سائنس اور ادب کے مقاصد الگ الگ ہیں۔ دونوں کے الگ الگ میدان ہیں۔ لہٰذا دونوں کے اپنے اپنے طریقۂ کار بھی ہیں۔

تو پھر وہ کون سی صورت ہوگی کہ نقاد 'تفہیم' کی زیادتی کے نتیجے میں تشریح کی حد کو پہنچنے سے احتراز کرے اور وہ کون سا طریقہ اختیار کیا جائے کہ 'لطف اندوزی' کے نتیجے میں ''داخلیت اور تاثرات'' میں محصور ہونے سے بچا جا سکے۔ اس کے لیے ایلیٹ نے ایک کارگر طریقہ بتایا ہے جو تفہیم اور لطف اندوزی میں توازن کے ساتھ ساتھ زندگی کا تجربہ بھی بروئے کار لائے۔

ایلیٹ کی تنقید کے اپنے اصول وضوابط ہیں۔ وہ نہ تو صرف تفہیم پر بہت زیادہ زور دے کر شارح بننا چاہتا ہے اور نہ ہی صرف 'ادب کی لطف اندوزی' کا قائل ہو کر داخلی اور تاثراتی تنقید کرنا چاہتا ہے۔ وہ تنقید کو سائنس بھی نہیں مانتا کیونکہ شاعری اور ادب کا تعلق ذوق سے ہے۔ جس کی سائنسی تشریح اور درجہ بندی نہیں کی جا سکتی۔ وہ مارکس کے سماجی اور عمرانی نظریے کو بھی من و عن ماننے میں تامل کرتا ہے۔ ایلیٹ فرد میں نہیں بلکہ شخصیت میں یقین رکھتا ہے۔ وہ 'شخصیت' کو اصل چیز مانتا ہے اور اسے مجروح کرنا نہیں چاہتا۔ وہ شخص جو اپنی شخصیت کو محفوظ رکھتے ہوئے سماج کا رکن بھی ہے۔ وہ مارکس سے یہاں بھی اختلاف کرتا ہے کہ کوئی شخص فرقہ سے الگ ہو کر لادین ہو جائے۔

تاہم ایلیٹ کی تنقید تشریح نہیں تو ایک حد تک تاثراتی ہے۔ تنقید کو سائنس نہ ماننے کے

باوجود اس کا انداز کسی حد تک سائنسی اور مارکس سے اختلاف کے باوجود سماجی اور عمرانی ہے۔ گوکہ اس میں 'شخص' کو خاصی اہمیت دی گئی ہے جو فرقہ سے کٹا ہوا اور لادین نہیں ہے۔ چنانچہ ان خصوصیات کے پیش نظر ایلیٹ کے لیے خود اس کے الفاظ سے اس کی عزت افزائی کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا نقاد ہے جو ایک پوری اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک ایسا نقاد ہے جس کے اپنے عقائد اور اصول ہیں۔ جس کے پاس علم بھی ہے اور زندگی کا تجربہ بھی۔ ☆☆

(ایلیٹ کے مضامین کا ترجمہ جمیل جالبی نے نہایت عرق ریزی، خلاقی اور تنقیدی بصیرت سے کیا ہے کہ اس نے اصل کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اس مضمون کی تیاری میں تمام حوالے اسی کتاب سے لیے گئے ہیں۔ ا۔ر)

☆☆☆

(نیا دور، اکتوبر 2002)

نام کتاب	:	سفینۂ افکار
مصنف	:	ڈاکٹر ابرار رحمانی
پتہ	:	تزئین اپارٹمنٹ 179/22، ذاکر نگر، نئی دہلی۔110025
موبائل	:	9911455508
کمپوزنگ	:	افتخار احمد
مطبع	:	گلوری لیس پرنٹرس، دہلی
سرورق	:	اظہار احمد ندیم
ناشر	:	عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی

SAFINA-E-AFKAR
by Dr. Abrar Rahmani
1st Edition: 2018 ₹400/-

ملنے کے پتے
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اُردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔6
- کتب خانہ انجمن ترقی اردو ہند، جامع مسجد، دہلی 011-23276526
- رائی بک ڈپو، 734، اولڈ کٹرہ، الہ آباد۔ 09889742811
- ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ
- بک امپوریم، اُردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ۔4
- کتاب دار، ممبئی۔ 022-23411854
- امرین بک ایجنسی، احمد آباد
- ہدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس، حیدرآباد
- مرزا ورلڈ بک، اورنگ آباد۔
- عثمانیہ بک ڈپو، کولکاتہ
- قاسمی کتب خانہ، جموں توی، کشمیر

arshia publications
A-170, Ground Floor-3, Surya Apartment, Dilshad Colony, Delhi - 110095 (INDIA)
Mob: +91 9971775969, +91 9899706640 Email: arshiapublicationspvt@gmail.com

arshia
سفینۂ افکار